OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
mei.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

معاشرتی معاملات میں کفارہ کا اسلامی تصور: فقہاء مفسرین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

(An Islamic Concept of "Atonement" In Social Relation
(An Analytical Study of Jurisprudents Opinions)

حافظ محمد ارشد اقبال
پی ایچ ڈی سکالر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

Allah sent the Prophet (P.B.U.H) with a comprehensive divine system which is a means of worldly welfare and salvation in Hereafter. Man has been given the status of crown of creation, among all creatures and has been made answerable for all deeds in shariah. However, crimes and sins are part of human nature, due to human fallibility. Due to sinful man becomes disappointment. Allah has facilitated man in such condition by blessing him with a deed, which if done masks his signs. It is called atonement and it has the status of both religious and economic worship. Thus atonement is a means bestowed by Allah. Allah has made certain deeds obligatory as a way of atonement to dispel the evil impact of the sign committed. These include: setting a slave free, observing fasts, and feeding the poor and the hungry. The atonement for breaking an oath and dhihar as to feed the destitute. Or provide them with clothes or is to set a salve free. Atonement is also obligatory for intentionally breaking a fast of sacred Ramdan and to ensure continuity of human life. Similarly, in Ihram, atonement is also enjoined not only for hunting during the Hujj but also on providing assistance in it. How ever the jurists differ about the performance of atonement in setting a salve faree, on the amount of food to be fed and the continuous observance of fasting. So conclude man reforms himself by getting rid of sins through atonement.

KEY WORD. Atonement, sins, setting a slave free, continuous observance of fasting, poor and needy, Destitute

ہدایات ربانی کا سلسلہ الہامی کتب و صحائف کی شکل میں حضرت آدمؑ سے جاری ہوااور اس کی تکمیل آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کی صورت میں ہوئی جو دین اسلام کی بنیاد ہے۔اسلام کی مکمل اتباع اور پیروی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خاص مقصد حیات (عبادت ورضائے الٰہی) کے ساتھ دنیا میں مبعوث فرمایا۔اس

لیے انسان ہر حال میں شریعت کے تمام احکام کا مکلّف ہے۔ تاہم بتقاضائے بشریت خطاء اور نسیان انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ بعض اوقات انسان دنیا کی ظاہری رنگینیوں میں کھو کر اپنے خالق و مالک کی رضاء کے خلاف کسی خطاء یا گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ خطاء بھی دو قسم کی ہے: ایک وہ غلطی جو بغیر ارادہ کے انسان سے سہواً سرزد ہو جاتی ہے جس کی تلافی توبہ، استغفار اور نیک اعمال کو بجالانے سے ہوتی ہے، دوسری وہ غلطی جو انسان اپنی خواہش کے تابع ہو کر عمداً کر بیٹھتا ہے اور گناہگار ہو جاتا ہے۔ غلطیوں اور گناہوں کے ارتکاب سے اس پر مایوسی کے بادل چھاجاتے ہیں۔ایسی حالت میں اللہ رب العزت نے سہولت کے طور پر انسان کو وہ عمل عطاء کیا جس کی ادائیگی سے گناہوں پر پردہ آجاتا ہے اس عمل کو قرآن مجید میں کفارہ کا نام دیا گیا۔ کفارہ کے ذریعے انسان گناہوں سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے اور عبادت و کار خیر کے ذریعے گناہ کے اثر کو روح پر سے دھو دیتا ہے اور شرمساری و ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ صرف رجوع کرتا ہے بلکہ آئندہ کے لیے اس کا نفس ایسی غلطیوں کے اعادے سے محفوظ رہتا ہے۔ پس کفارہ انسان کے لیے اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ اور گناہوں کی تلافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ﴾1 (میں ان کے گناہ دور کر دوں گا) اور خدا اپنے بندے سے چاہتا بھی یہی ہے کہ اس کا ہر بندہ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہو کر اس کی طرف لوٹے۔ گناہوں سے چھٹکارا اللہ کی رحمت، اور اس کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کر کے ہی ممکن ہے۔ کفارہ بھی اسی کا بتایا ہوا طریقہ ہے جس کے ذریعے برائیاں دور کر دی جاتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا﴾2 (تاکہ خدا ان سے برائیوں کو دور کر دے جو انہوں نے کیں)

یعنی انسان کفارہ کی ادائیگی سے دوبارہ اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور اس ذوق و شوق سے نیک اعمال بجالاتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ کفارہ گناہ کو زائل کر دیتا ہے اور مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ"3 (کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں)

پس قرآن مجید میں جن افعال پر کفارے کو لازم کیا گیا ہے ان میں عمداً روزہ ساقط کرنے کا کفارہ، قتل خطاء کا کفارہ، قسم توڑنے کا کفارہ، حالت احرام میں شکار کرنے کا کفارہ اور ظہار کا کفارہ ہے۔ پس مذکورہ کفارات کے احکام و مسائل درج ذیل کتب فقہ (الہدایہ، بدائع الصنائع، المبسوط، المغنی، الفقہ الاسلامی و ادلتہ، کتاب الفقہ

علی المذاہب الاربعہ، قوانین الاسلام اور دیگر کتب) کی مختلف جلدوں کے ابواب و اوراق میں مختلف عنوانات سے موجود ہیں لیکن فقہی تفاسیر کے حوالے سے کفارہ کے متعلق یکجا مواد کسی مقالے میں موجود نہیں لہٰذا کفارہ واس کی اقسام کے متعلق چاروں مکاتب کے فقہاء مفسرین کی آراء کا تجزیہ وخلاصہ پیش کرنے کے لیے یہ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔ مقالہ کی ابتداء میں موضوع کا تعارف، کفارہ کا مفہوم، قرآن و حدیث میں کفارہ کی اہمیت، کفارہ کا وجوب اور اقسام کو بیان کیا گیا ہے پھر مذکورہ بالا کفارہ کے متعلق فقہاء مفسرین کی آراء کے تجزیاتی مطالعہ کے ذریعے خلاصہ پیش کر کے نتائج مرتب کیے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا کفارات کی وضاحت سے پہلے کفارہ کا معنی و مفہوم اور تعریف حسب ذیل ہے:

کفارہ کا لغوی واصطلاحی مفہوم

اہل لغات نے کفارہ کے متعدد معنی تحریر کیے ہیں۔علامہ ابن منظور افریقی "کَفَّارہ کا معنی چھپانا یا ڈھانپنا" لکھتے ہیں:

"یُقَالُ کَفَرْتُ الشی اَکْفُرَہ بکسر الفاء ای استرته وکل شی غَطّٰی شیٔا فقد کَفَرَ"[4]

اسماعیل بن حماد الجوھری لکھتے ہیں: "اذا سفت الریح التراب علیه حتی غَطّته"[5]

سید مرتضیٰ زبیدی کے نزدیک" کفارہ ثواب کا موجب بنتا ہے اور گناہوں کو ایسے زائل کر دیتا ہے کہ گو یا گناہ تھا ہی نہیں "[6]۔

کفارہ اسم فاعل واحد مونث کا صیغہ ہے۔جس کا معنی پاک کرنے والا اور گناہوں کا ازالہ کرنے والا ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامی میں 'کفارہ' تاوان اور تلافی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی گناہوں کے بدلے میں عمل خیر کر کے گناہوں پر پردہ ڈال دینا۔[7]۔

کفارہ کی تعریف

ڈاکٹر احمد فتح بہنسی لکھتے ہیں:

"کفارہ فعالہ کے وزن پر ہے اور یہ ایسا عمل ہے جو انسان کے گناہوں کو زائل کر دیتا ہے۔اور اس کو ندامت وشرمندگی سے بچانے کا ذریعہ بنتا ہے"[8]

عبد القادر عودہ نے فرائض کی عدم ادائیگی پر مقررہ سزا کو کفارہ کہا ہے:

"الکفارۃ ھی العقوبۃ المقررۃ فی الشریعته علی المعصیته عن آتیاتا "[9]

پس کفارہ کے معنی و مفہوم و تعریفات سے واضح ہے کہ بندے کا گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ سے جو تعلق منقطع ہو جاتا ہے کفارہ اس تعلق کو بحال کرنے کا ذریعہ ہے۔ چونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ اس لیے کفارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی غلطیوں کو مٹانے اور انسان کی قلبی بے چینی و بے سکونی کی کیفیت کو ختم کر کے تعلق باللہ کو استوار کرنے کا ذریعہ ہے۔

کفارہ کی اقسام

چونکہ کفارہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کی خلاف ورزی پر عائد کیا ہے اس لیے کفارہ (دینی و مالی سزا) کو عبادت کا درجہ بھی حاصل ہے۔ جب کفارہ کسی ایسے کام پر مقرر کیا جائے جو گناہ نہ ہو۔ تو یہ خالص عبادت ہے اور اگر یہ کسی گناہ والے کام پر عائد ہو جائے تو یہ مالی سزا ہے۔ قرآن مجید میں دلالۃ النص سے جن امور پر کفارہ ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے وہ پانچ کفارات (کفارہ صوم، کفارہ قتل خطا، کفارہ یمین، کفارہ صید المحرم، اور کفارہ ظہار) ہیں[10]۔ ان کفارات کا مختصر تعارف و فقہاء مفسرین کی آراء حسب ذیل ہیں

1۔ کفارہ صوم

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت قرار دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[11] (اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا) انسان اپنی عبدیت و بندگی کا اظہار اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور احکام و عبادات کی بجا آوری سے کرتا ہے عبادات میں روزے کو اسلام کے عمود و شعائر سے تشبیہ دی گئی ہے روزہ انسان کے روحانی و نفسانی خواہشات کے علاج کا واحد ذریعہ ہے اور یہ وہ نیک عمل ہے جس کی جزا کا وعدہ اللہ نے خود کیا جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:

((**الصوم لی وانا اجزی به**))[12] (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا)

رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں کوئی ایسا فعل کرنا جس سے روزے کی روح مجروح ہو جائے یا قصداً (بغیر کسی جواز کے) رمضان کا روزہ توڑ دینا تو اس پر کفارہ لازم آ جاتا ہے کیونکہ اس نے روزوں والے مہینہ کی بے حرمتی کی ہے۔ تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ روزہ کو توڑ کر کفارے کا سبب بننے والی اہم چیز دانستہ جماع کرنا اور عمداً کھانا پینا ہے جبکہ شافعی و حنبلی فقہاء صرف جماع کرنے کو کفارے کا سبب قرار دیتے ہیں[13]۔ پس بلا عذر شرعی رمضان المبارک کے فرض روزہ کو ترک کرنے پر کفارہ عائد کیا گیا ہے کسی منتی یا نفلی روزہ توڑنے پر کفارہ نہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

((عن أبي هريرة رضى الله عنه أنه قال جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال هلكت يا رسول الله قال وما أهلك؟ قال وقعت علي امرأتي في رمضان. قال هل تجد ما تعتق به رقبة. قال لا. قال فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين قال لا. قال صلى الله عليه وسلم فهل تجد ما تطعم به ستين مسكينا؟ قال لا ثم جلس فأتي النبي صلى الله عليه وسلم بفرق فيه تمر فقال تصدق بهذا فقال اعلي أفقر مني؟ فما بين لابتيها أهل بيت أحوج إليه منا؟ قال فضحك النبي صلى الله عليه وسلم حتي بدت أنيابه ثم قال إذهب فأطعمه أهلك))[14]

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی اے رسولؐ میں ہلاک ہو گیا۔ آپؐ نے پوچھا کس چیز نے تجھے ہلاک کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے رمضان میں (روزے کے ساتھ) اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے پوچھا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو۔ اس نے کہا نہیں وہ بٹھا رہا اتنے میں آپؐ کی خدمت اقدس میں کھجوروں کی ایک ٹوکری آئی آپؐ نے فرمایا اسے لے جا کر صدقہ کر دو۔ اس نے کہا مجھ سے بڑھ کر ضرورتمند کون ہے؟ ان دونوں قبیلوں کے درمیان کوئی گھرانہ ایسا نہ ہو گا جو میرے گھر سے زیادہ محتاج ہو یہ سن کر آپؐ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک نمایاں ہو گئے پھر آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو)

پس اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر (مرض، سفر یا شیخ فانی) کے رمضان المبارک کا روزہ رکھ کر توڑ دیتا ہے تو حدیث رسولؐ کے مطابق ایسے شخص کو تین صورتوں میں کفارہ دینا پڑے گا۔

۱۔ غلام آزاد کرنا ۲۔ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ۳۔ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا

تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ روزہ توڑنے کے کفارے میں ترتیب کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ تخیر کو نہیں جیسے کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں ہے کہ کفارہ ادا کرنے والا جس صورت میں چاہے کفارہ ادا کر سکتا ہے۔

ا۔ غلام آزاد کرنا

امام شافعیؒ کفارہ صوم میں مومن غلام آزاد کرنے کا حکم لگاتے ہیں جس طرح کفارہ یمین اور کفارہ ظہار میں مومن کی شرط لگاتے ہیں اور کفارہ صوم کو کفارہ قتل خطاء پر قیاس کرتے ہوئے مومن غلام آزاد کرنے کی دلیل دیتے ہیں۔[15]

جبکہ احناف مومن کی شرط اس لیے نہیں لگاتے کیونکہ نص میں مطلق رقبہ کا ذکر ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں "روزہ کے کفارہ میں مطلق غلام آزاد کیا جائے گا۔ مؤمن کی شرط تو کفارہ قتل خطاء میں ہے کفارہ صوم، کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں غلام آزاد کرنے کا جو حکم ہے وہ مطلق ہے۔ اس میں مؤمن وغیر مؤمن دونوں شامل ہیں۔ صرف مؤمن غلام کی شرط لگانا درست نہیں۔"[16]۔

۲۔ روزے رکھنا

اگر روزہ توڑنے والا غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے فقہاء نے روزوں کے تتابع میں اختلاف کیا ہے۔ "جمہور فقہاء (شوافع، مالکیہ و احناف) مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے کے قائل ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ تسلسل کے منقطع ہونے سے رکھے گئے روزے نفل شمار ہونگے اور پھر ازسر نو روزے رکھنے ہونگے۔[17] جبکہ حنبلی فقہاء کی دلیل ہے کہ اگر کسی شرعی عذر سے روزہ جھوٹ جاتا ہے یعنی ، مرض کے آنے سے، سفر کے درپیش ہونے سے یا حیض و نفاس کے آنے سے تو اس سے تسلسل نہیں ٹوٹے گا۔ اور روزے نئے سرے سے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے[18]۔

۳۔ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا

اگر مکلّف دو ماہ کے تسلسل کے ساتھ روزے رکھنے سے عاجز ہے تو پھر کفارے کی آخری صورت ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے پر عمل کرنا ہوگا۔ فقہاء نے کھانا کھلانے کی مقدار میں اختلاف کیا ہے۔

شافعی فقہاء کے نزدیک ساٹھ مسکینوں کو اتنا ہی دیا جائے جتنا صدقہ فطر میں دینا درست ہے۔ اور شوافع کے نزدیک کھانا درست حالت میں ہو۔ گھن لگا، خراب، بھیگا ہوا پرانی گندم دینا درست نہیں۔ اور ہر مسکین کو ایک مد جو نبیؐ کے مد کے مطابق ہے دیا جائے گا[19]۔

جبکہ احناف کے نزدیک مسکین کو دیا جائے والا طعام اتنا ہو کہ مسکین صبح و شام سیر ہو کر کھا سکے۔ یا دو وقت کا کھانا ہو ایک سحری کا اور دوسری افطاری کا یعنی دو مد یا نصف صاع گندم یا آٹا یا ستو دے یا ہر مسکین کو ایک صاع جو یا کھجور یا کشمش دے[20]۔

اور مالکی فقہاء کے نزدیک ہر محتاج کو ایک مد مد نبوی کے مطابق دیا جائے اور وہ مد اوسط درجہ کے ہاتھوں سے ہو۔ اور کفارہ دینے والے کے شہر کی بیشتر غذا ہو اور ایسے لوگوں کو ہر گز نہ دیا جائے جن کا بار نفقہ اس پر لازم ہو[21]۔

حنبلی فقہاء بھی ہر محتاج کو ایک مد گندم دینے کے قائل ہیں اور کفارہ دینے والے پر یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس تقسیم میں اس کے اصول و فروع شامل نہ ہوں۔ کیونکہ اصول و فروع کا نفقہ تو اس پر واجب ہے[22]۔

2۔ قتل خطاء کا کفارہ

نزول قرآن کا ایک مقصد لوگوں کو سلامتی اور سکون مہیا کرنا ہے جس کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کو رحمت العلمین بناکر مبعوث کیا گیا (وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ)23

آپ ﷺ کی ہستی اور آپ ﷺ کا لایا ہوا نظام باعث فلاح و نجات اخروی کا ذریعہ ہے۔ قبل از بعثت انسانی حقوق کو پامال کرنے کا رواج کسی سے مخفی نہیں۔ خصوصاً انسان کے قتل کا تو عام رواج تھا۔ حتی کہ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ رسول ﷺ کی بعثت اور اسلام کی نعمت سے اس قبیح رسم کا خاتمہ ہوا اور انسان کو انسانی جان کا احترام سکھایا گیا۔ بنیادی انسانی حقوق کا جو تصور قرآن نے دیا اس کی رو سے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل اور ایک انسانی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ٹھہرایا گیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(مَن قَتَلَ نَفۡسَۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحۡيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا﴾[24]

کتاب و سنت میں قتل جیسے بُرے فعل کی شدید مذمت کی گئی ہے اور انسانی جان کو عزت و تکریم سے نوازا گیا ہے (وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ)25 (اور ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے)

شریعت نے قتل عمد میں قصاص کو لازم کیا ہے 26 جبکہ قتل خطاء میں کفارے کی وضاحت اس آیت مبارکہ میں کی گئی ہے۔

(وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ أَن يَقۡتُلَ مُؤۡمِنًا إِلَّا خَطَـٔٗا۔۔۔عَلِيمًا حَكِيمٗا)[27]

پس مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں قتل خطاء کے کفارہ کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

1۔ مؤمن غلام آزاد کرنا 2۔ دیت 3۔ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا

ا۔ مؤمن غلام آزاد کرنا

امام شافعیؒ لکھتے ہیں کہ " قتل خطاء کے کفارہ میں مؤمن غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ نص سے ثابت ہے۔ چونکہ قاتل نے خطاءً مسلمان شخص کو قتل کیا ہے اس لیے غلام مسلمان ہو کافر نہ ہو اور قاتل پر دیت بھی لازم ہوگی جو سنت رسول کے مطابق ورثاء کے سپرد کی جائے گی "[28]۔ امام شافعیؒ دیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"اَنَّ علی قاتل المومن دیته مسلمته الی اهله وابان علی لسان نبی ان رسول الله قضیٰ فی الدیته المسلم مائة"[29]

یعنی دیت جو مقتول کے ورثاء کے سپرد کی جائے گی آپ ﷺ سے دیت کی مقدار کی وضاحت بھی موجود ہے۔

علامہ قرطبیؒ دیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**الدیة ما یعطی عوضا عن دم القتیل الی ولیه**"[30]

امام ابن العربی واضح کرتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ نے قتل خطاء کے کفارے کو گناہ کے طور پر نہیں بلکہ عبادت کے طور پر واجب کیا ہے اور غلام کا مومن اور ایمان والا ہونا ضروری ہے اور اس کے ایمان کا اظہار اس کے صوم و صلوت سے ہوگا خواہ وہ غلام چھوٹا یا بڑا ہو"[31]

علامہ ابو بکر جصاص قتل خطاء کے کفارے میں مومن رقبہ کی آزادی پر عمر کی قید نہیں لگاتے کیونکہ بچے کی پیدائش کے وقت فطرت پر ہونے کا ثبوت حدیث سے ثابت ہے۔[32] جیسا کہ رسول ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

((کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانه وینصرانه))[33]

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے صوم و صلوت کی شرط نہیں لگائی اس لیے مطلق لفظ پر شرط کی زیادتی جائز نہیں کیونکہ نص پر زیادتی نسخ کا موجب بنتی ہے۔

محمد علی صابونیؒ کفارہ کے وجوب کی بحث میں امام شافعیؒ کے اس قول کہ " قتل عمد میں بھی کفارہ واجب ہے " کے جواب میں لکھتے ہیں:

"لان الکفارات عبادات ولیس یجوز لاحد ان یفرض فرضا یلزمه عباداللہ الابکتاب او سنة او اجماع ولیس مع من فرض علی القاتل عمدا کفارة حجة من حیث ذکرت"[34]

(پس کفارات عبادات کا درجہ ہیں اور یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص اسے اپنی طرف سے فرض کرے فرض تو کوئی چیز کتاب وسنت اور اجماع سے ہوتی ہے)

۳۔ کفارہ یمین

انسان انفرادی واجتماعی زندگی میں شریعت کے تمام امور کا مکلّف ہے۔ خواہ معاشرتی زندگی کے روابط ہوں یا معاشی معاملات کا لین دین، عائلی زندگی کے مسائل ہوں یا سماجی زندگی کے پہلو، سیاسی بصیرت ہو یا جنگی حکمت عملی ، قرآن وحدیث ہر پہلو سے انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ تاہم معاشرتی زندگی یا مالی معاملات کے لین دین میں انسان قسموں کا سہارا لے کر عہد و پیمان کا اقرار کرلیتا ہے اور بسااوقات بتقاضائے بشریت اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان کی پاسداری نہیں کر پاتا اور گناہگار ہو جاتا ہے۔ جس کا ازالہ شریعت نے کفارہ کی صورت میں کیا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر انسان کو تنبیہ کی ہے کہ روزمرہ کے معاملات میں بلا ضرورت قسمیں نہ اٹھائے جیسا کہ عہد جاہلیت میں قسمیں اٹھانے کا رواج عام تھا۔

﴿وَأَقْسَمُواْ بِٱللَّهِ جَهْدَ أَيْمَـٰنِهِمْ﴾[35] (اور یہ لوگ خدا کی سخت قسمیں کھاتے تھے)

بعض لوگ بات بات پر قسم اٹھاتے ہیں گویا قسم اٹھانا ان کی زندگی کا معمول اور تکیہ کلام بن گیا تھا۔ قسم کو عربی میں یمین کہتے ہیں

یمین کی جمع ایمَنَ ولیَمَانٌ ہے۔ یمین کے لغوی معنی قوت وطاقت، سعادت، دایاں ہاتھ اور قسم کے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو یمین اس لیے کہتے ہیں کہ وہ قوت وطاقت کا مظہر ہوتا ہے۔ برخلاف بائیں ہاتھ کے وہ کمزور ہوتا ہے[36]۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِٱلْيَمِينِ﴾ [37] (اور ہم پکڑ لیتے ہیں اس کا دایاں ہاتھ)

قرآن میں یمین کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں: 1۔ یمین لغو ۲۔ یمین غموس 3۔ یمین منعقدہ امام شافعیؒ کے نزدیک یمین کی دو اقسام ہیں۔

"وعند الشافیعه: قالو تنقسم الیمین الی قسمین لغو ومنعقدہ"[38]

جبکہ جمہور آئمہ (احناف ،مالکیہ وحنابلہ) کے نزدیک یمین کی تین اقسام ہیں ۔یمین لغو، یمین غموس اور یمین منعقدہ

" شریعت نے جن قسموں کو معتبر جان کر احکامات مرتب کیے ہیں ان کی تین اقسام ہیں یمین غموس ،یمین لغو اور یمین منعقدہ جس پر کفارہ ہے" [39] تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ یمین لغو اور یمین غموس پر کوئی کفارہ نہیں جبکہ یمین منعقدہ پر کفارہ ہے۔

علامہ سید سابق لکھتے ہیں:

"واليمين المنعقدة هي اليمين التي بقصدها الحالف ويصمم عليها، فهي يمين متعمدة مقصودة "[40]

(یمین منعقدہ وہ قسم جس کا کھانے والا با قاعدہ ارادہ کرتا اور اسے پختہ کرتا۔اس کو یمین متعمدہ اور مقصودہ بھی کہتے ہیں)

اور فقہاء کا اجماع ہے کہ قسم توڑنے پر کفارہ واجب ہے خواہ حالف عمدا یا سہوا قسم توڑے کیونکہ فقہاء کے نزدیک کفارہ کی شرط حنث ہے۔ علامہ سید سابق لکھتے ہیں کہ " شرط کی موجودگی کفارے کو لازم کرتی ہے جیسا کہ علت کی موجودگی حکم کو ثابت کرتی ہے ہاں البتہ خطاء اور نسیان سے حنث ختم نہ ہوگا"[41]۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے

((ان اللہ تجاوز لی عن امتی الخطأء والنسیان وما استکرھوا علیہ))[42]

یمین منعقدہ پر کفارے کا وجوب قرآن کی نص سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ ٱللَّهُ بِٱللَّغۡوِ فِيٓ أَيۡمَٰنِكُمۡ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ ٱلۡأَيۡمَٰنَۖ فَكَفَّٰرَتُهُۥٓ إِطۡعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنۡ أَوۡسَطِ مَا تُطۡعِمُونَ أَهۡلِيكُمۡ أَوۡ كِسۡوَتُهُمۡ أَوۡ تَحۡرِيرُ رَقَبَةٖۖ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٖۚ ذَٰلِكَ كَفَّٰرَةُ أَيۡمَٰنِكُمۡ إِذَا حَلَفۡتُمۡۚ وَٱحۡفَظُوٓاْ أَيۡمَٰنَكُمۡۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ﴾[43]

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی کفارے کا حکم اور اہمیت واضح ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا" جب تم کسی بات پر قسم اٹھاؤ پھر اس کے علاوہ چیز کو اس سے بہتر خیال کر و تو اپنی قسم کا کفارہ دیکر اس بہتر چیز کو کر لو" [44]

مذکورہ بالا آیت میں یمین منعقدہ پر کفارہ کی تینوں صورتوں کا ذکر کر کے حانث کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے جس کے ذریعے چاہے کفارہ کی ادائیگی کرے۔ ا۔ کھانا کھلانا ۲۔ کپڑے پہنانا ۳۔ غلام/لونڈی آزاد کرنا

ان تینوں امور پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں : ۴۔ تین دن کے روزے رکھنا

ا۔ کھانا کھلانا

کفارہ یمین میں مسکینوں کو کھانا کھلانے کی حد بندی کر دی گئی ہے کہ مسکینوں کی تعداد دس ہونی چاہیے اور وہ فقیر محتاج ہوں جن کو طعام کی اشد حاجت ہو۔ امام شافعیؒ طعام کو زکوۃ اور صدقہ الفطر پر قیاس کرتے طعام مسکین کے حوالے کر دینے کے قائل ہیں :

"قال الشافعي رحمه الله ويجزي بكفارة اليمين مد بمد النبي صلى الله عليه من حنطة " [45]

امام ابن العربی مالکی لکھتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے یمین کے کفارے میں حانث کو تینوں چیزوں کا اختیار دے کر روزے کا ذکر کیا ہے اور کھانے سے آغاز فرما کر اس کو افضل قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس وقت حجاز کے شہروں میں اس کی حاجت بہت زیادہ تھی اور لوگوں میں سیر ابی کم تھی۔ اس لیے کھانا افضل ہے"۔ [46]

علامہ قرطبیؒ آیت ﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ [47] کے تحت مساکین کے طعام کی وضاحت کرتے ہیں کہ "طعام کا مساکین کی ملکیت میں دینا ضروری ہے تاکہ وہ اس میں تصرف کر سکیں [48]۔ علامہ ابو بکر جصاص تملیک کے بغیر طعام کا جواز پیش کرتے ہیں کہ " احناف دونوں صورتوں کو جائز قرار دیتے ہیں یعنی صبح و شام سیر ہو کر کھانا کھلانا یا مساکین کو طعام کا مالک بنا دینا" [49] جبکہ امام مالک و امام شافعیؒ کے نزدیک ہر مسکین کو ایک مُد [50] کھانا دیا جائے گا۔

۲۔ کپڑے پہنانا

ملا احمد جیون امیٹھویؒ رقمطراز ہیں :

" طعام کی نسبت کسوۃ میں مالک بنانا ضروری ہے۔ کیونکہ کسوۃ بکسر کاف کا معنی ہے کپڑا اور کسوۃ بفتح کاف کا معنی ہے کپڑے پہننا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کھانے میں فعل

(کھانے کھلانے) کو کفارہ قرار دیا اور یہاں عین (کپڑے) کو پس ضروری ہے کہ یہاں کپڑا کفارہ بنے نہ کہ اس کا نفع اور یہ چیز مالک بنانے سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ عاریتا دے دینے سے اور امام شافعی کے طعام میں مالک بنانے کے قول کے خلاف ہماری یہی دلیل کافی ہے"[51]

محمد صدیق حسن خان کے نزدیک قسم کے کفارے میں مسکین کا آدھا بدن ڈھانپنے والا کپڑا ہی کافی ہے ماسوائے عورتوں کے کہ ان کو دو کپڑے دیے جائیں۔ایک کرتہ اور اوڑھنی۔

"والكسوة في الرجال، نصف على مايكسو البدن ولو كان ثوبا واحدا، وهكذا في كسوة النساء وقيل الكسوة للنساء درع وخمار وقيل المراد بالكسوة ماتجزي به الصلاة"[52]

۳۔غلام آزاد کرنا

قسم کے کفارے میں حانث کے لیے تیسری صورت (او تحریر رقبہ) ہے۔

امام شافعیؒ کفارہ یمین کو کفارہ قتل خطاء پر قیاس کرتے ہوئے مؤمن رقبہ کی شرط لگاتے ہیں اگرچہ وہ عیب دار ہی کیوں نہ ہو۔

"وإذا أعتق في كفارة اليمين لم يجزه إلا رقبة مؤمنة ويجزي كل ذي نقص بعيب لايضر بالعمل اضرارا"[53]

علامہ غلام رسول سعیدیؒ احناف کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہیں کہ

"امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہاں اس کے اطلاق پر عمل ہوگا اور جہاں اس کو مقید کیا گیا ہے۔ وہاں اس کی تقیید پر عمل ہوگا"[54]

صاحب نیل المرام لکھتے ہیں کہ " اکثر علماء کے نزدیک ہر قسم کا غلام آزاد کرنا درست ہے البتہ وہ عیوب سے پاک ہو۔ بعض اوقات عیوب غلام سے منفعت لینے میں رکاوٹ بنتے ہیں"[55]۔

پس احناف کا مؤقف واضح ہے کہ کفارہ یمین میں مطلق رقبہ کا ذکر ہے اس لیے مطلق رقبہ میں مؤمن یا کافر دونوں آسکتے ہیں۔

۳۔ تین روزے رکھنا

کفارہ یمین میں پہلے تینوں امور پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں حانث کے لیے کفارہ ادا کرنے کی آخری صورت تین روزے رکھنا ہیں **(فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام)** امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

"قسم کے کفارہ کے روزوں میں نیت لازمی شرط ہے اور روزوں کے تسلسل میں قید نہیں۔ تاہم حانث ہر طریقے سے عاجز ہو کر روزوں کی طرف آئے گا"[56]

علامہ علیمی مقدسی حنبلیؒ روزوں میں تتابع کی شرط کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

" فصیام ثلاثۃ أیام متتابعات عند أبي حنیفۃ وأحمد وقال مالك والشافعي في الأظهر لایجب التتابع "[57]

یعنی احناف کے نزدیک تین روزے مسلل رکھنے ہونگے۔

۴۔ کفارہ صید المحرم

اسلامی عبادات میں حج ارکان اسلام کا پانچواں رکن ہے اور یہ ہر صاحب استطاعت مرد و عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ فقہاء نے حج کو افضل عبادت اس لیے قرار دیا ہے کہ یہ مالی اور بدنی دونوں عبادات کا مظہر ہے۔ حج میں تمام عبادات کی روح شامل ہے۔ دوران سفر حج میں گھر سے روانگی سے واپسی تک نماز کے ذریعے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ حج کے دوران گناہ اور برائیوں سے اجتناب کرنا اپنے اندر روزے کی سی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ حج کے لیے مال خرچ کرنا زکوۃ سے مشابہت رکھتا ہے۔ حج کے سفر کی صعوبت ومشقت جہاد کا رنگ پیدا کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر مفرد بھی اور عمرہ کے ساتھ ملا کر بھی کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حج کی فرضیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا)[58]

(اور لوگوں پر اللہ کے لیے اس کے گھر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو اس گھر جانے کی طاقت رکھتا ہو)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿وَأَتِمُّوا ٱلْحَجَّ وَٱلْعُمْرَةَ لِلَّهِ)[59] (اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو)

پس حج و عمرہ کی ادائیگی کو ایک مخصوص لباس (احرام) کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ جب بندہ پختہ عزم و نیت کے ساتھ احرام باندھتا ہے تو اس پر کچھ پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں جن میں سے ایک صید البر (خشکی کا شکار کرنا) بھی ہے۔

صید شکار کرنا، شکار۔ یہ صاد یصید کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے شکار کرنا۔

سید مرتضی زبیدی رقمطراز ہیں:

" الصید: کل وحش صید وقد یقع الصید علی نفسه تمسة بالمصدر، کقوله تعالیٰ ﴿لاتقتلو الصیدوانتم حرم﴾ "[60]

امام الکیاالہراسی لکھتے ہیں:

" فدل مطلق الصید علی تحریم اصیطاد کل ما یصطاد من بری اور بحری غیر مأکول "[61]

علامہ ابو بکر جصاص کے نزدیک صید وہ متوحش جانور ہے۔ جو انسانوں سے دور بھاگنے والا ہو۔ اس میں حلال و غیر حلال کی کوئی تخصیص نہیں اور یہ ایسے جانور ہیں جو انسانوں کو ایذا دیں[62]۔

پس حالت احرام میں شکار کو حرام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ محرم کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہے جس کا ادب واحترام محرم پر فرض ہے۔ اس لیے حدود حرم و حالت احرام میں شکار کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اسے ہلکی بات خیال کرنا نہیں چاہیے۔ حقیقتاً اس کا مقصد اتباع اور پیروی کے ذریعے تمہاری آزمائش کرنا ہے۔ اس تکرار کے بعد یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر شکار کرے گا تو اس کو اس شکار کرنے کا بدلہ یا کفارہ دینا پڑے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے (وَمَن قَتَلَهُۥ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ ٱلنَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِۦ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًۢا بَٰلِغَ ٱلْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّٰرَةٌ طَعَامُ مَسَٰكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا)[63]

اگر کوئی شخص بتقاضائے بشریت حالت احرام میں ہونے کے باوجود عمداً شکار (خشکی کا شکار) کر بیٹھتا ہے تو ایسے شخص پر اپنے کیے ہوئے فعل عمد کا کفارہ تین صورتوں میں لازم کیا گیا ہے۔

1۔ شکار شدہ جانور کی مثل جانور قربان کرنا یا 2۔ شکار شدہ جانور کی قیمت کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا یا

3۔ فی کس مسکین کو کھانا کھلانے کے مساوی روزے رکھنا۔

جمہور فقہاء (احناف، مالکیہ اور شوافع) کے نزدیک آیت میں کلمہ او تخییر کے لیے استعمال ہوا ہے کہ وہ ان تینوں صورتوں میں کسی ایک صورت میں کفارہ ادا کر سکتا ہے جبکہ حنابلہ کی دلیل ہے کہ کلمہ او ترتیب کے لیے ہے۔ لہٰذا محرم کو کفارہ کی ادائیگی کے لیے ترتیب کو مد نظر رکھ کر کفارہ دینا پڑے گا۔

1۔ شکار شدہ جانور کی مثل جانور قربان کرنا

امام شافعیؒ کے نزدیک آیت کا ظاہر قیمت نہیں مثل ہے کیونکہ مثل چوپایوں میں ہوتی ہے اور پرندوں میں اس کی قیمت ہے۔

امام شافعیؒ لکھتے ہیں: " قال الشافعی من قتل من الدواب الصید شیاً جزاہ بمثلہ من النعم لان اللہ تعالیٰ یقول (فجزاء مثل ما قتل من النعم) والمثل لایکون الا الدواب الصید۔ فاما الطائر فلا مثل لہ ومثلہ قیمتہ "[64]

علامہ قرطبیؒ نے مثل میں دیے جانے والے جانوروں کا تندرست اور بے عیب ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

"فیجزی ماکان من الدواب بنظیرہ فی الخلقۃ والصورۃ، واقل ما یجزی عند مالک ما استیسر من الھدی" [65]

علامہ علیمی مقدسی حنبلی لکھتے ہیں:

"یجب علیہ ما یقرب من الصید المقتول شبھا بہ من حیث الخلقۃ"[66]

(اس پر واجب ہے کہ مارے جانے والے شکار کا قریب ترین جانور بدلے میں دے جو اسکی خلقت میں مشابہ ہو۔)

احناف کی دلیل یہ ہے کہ مثل قدر و قیمت اور معنی میں برابر ہونے کے ہے نہ کہ مشابہت میں اس لیے مثل کی جگہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔[67]

علامہ ابو بکر جصاص واضح کرتے ہیں کہ مجبوری کے تحت ہی قیمت نہیں بلکہ مثل کی موجودگی میں بھی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

"قد اتفقوا أن القيمة مرادةً بهذا المثل فيما لا نظير له من النعم فوجب ان تكون هي المرادة"[68]

پس احناف کے نزدیک مثل سے اس جانور کی نظیر مراد نہیں بلکہ شکار شدہ جانور کی قیمت مراد ہے۔

ملا احمد جیون امیٹھویؒ لکھتے ہیں کہ " اللہ نے خود کہا کہ اس مثل کا فیصلہ تم میں سے دو صاحب عدل کریں گے فیصلہ کرنے کے لیے نظر و فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے اور مشاہدہ چیزوں کا کیا جاتا ہے۔ پس غور فکر اور اجتہاد تو قیمت متعین کرنے میں ہی ہو سکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ لفظ مثل یا صورت کے لیے بولا جاتا ہے یا معنوی مثل کے لیے (قیمت کے لیے) جو چیز خلقت میں ایک جیسی ہو اس پر عرف کا اطلاق نہیں ہوتا"۔[69]

۲۔ مساکین کو کھانا کھلانا

محرم کے لیے کفارے کی دوسری صورت مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔ شوافع کے نزدیک شکار کیے جانے والے جانور کی قیمت کا اعتبار کر کے کھانا کھلایا جائے گا۔ امام شافعی لکھتے ہیں کہ " محرم کو یہ اختیار اللہ نے دیا ہے۔ اس لیے مثل کی قیمت درہموں میں لگا کر اس سے طعام خریدا جائے اور مکہ کے مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے یا اس نوع کا اناج نکالا جائے جیسے صدقہ الفطر میں ہوتا ہے یعنی گندم، جو، کشمش اور کھجور وغیرہ[70]۔

امام شافعی طعام کو مکہ کے مساکین کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں کہ " کفارہ میں دیا جانے والا طعام پر صرف مکہ کے مساکین کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں، کہ کفارہ میں دیے جانے والے طعام پر صرف مکہ کے مساکین کا ہی حق ہے۔ بصورت دیگر کفارہ ادا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ بھی تو مکہ کے ساتھ مخصوص ہے"[71]۔

امام الکیا الہراسی لکھتے ہیں کہ " شکار کی قیمت کا تعین درہموں میں لگا کر کھانا خریدا جائے گا پھر ہر مسکین کو آدھا صاع کھانا دیا جائے گا[72]۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ " یہ کفارہ شکار کرنے کی وجہ سے محرم پر آیا ہے۔ اور شکار کی قیمت کا تعین کر کے اس سے طعام خرید کر مساکین میں تقسیم کیا جائے گا۔ کہ ہر مسکین کو ایک مد کھلایا جائے۔ اور یہ مد مسکین کے سیر ہونے کے لیے ہے۔[73]

علامہ جصاص لکھتے ہیں: " پس سب کا اتفاق ہے کہ جن جانوروں کی نظیر نہیں ان میں طعام کا اعتبار شکار کی قیمت کے ساتھ ہو گا تو پھر یہی حکم شکار کی نظیر کی موجودگی میں بھی ہونا چاہیے کیونکہ مذکورہ آیت شکار کی دونوں صورتوں پر مشتمل ہے[74]۔

علامہ جصاص مزید لکھتے ہیں:

"مساکین کو دیے جانے والے طعام کی تخصیص کسی خاص جگہ کے ساتھ نہ کی جائے۔ وہ کہیں بھی کھلایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ محرم جس جگہ طعام کا صدقہ دینا چاہیے اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آیت (**او کفارہ طعام مساکین**) میں تمام مساکین کے لیے عموم ہے۔ اس لیے کسی خاص جگہ کے مساکیں کی تخصیص کرنا درست نہیں"[75]

۳۔ روزے رکھنا

محرم کے لیے کفارے کی تیسری صورت روزے رکھنا ہیں۔اور یہ روزے مساکین کو دیے جانے والے طعام کی مقدار کے برابر ہونگے۔

علامہ قرطبیؒ واضح کرتے ہیں کہ چونکہ روزہ کا ذکر کھانے کے بعد آیا ہے۔اس لیے اس کا اندازہ کھانے سے ہی ہو سکتا ہے۔

"وعند اصحابنا یصوم عن کل مد یوما و ان زاد علی شھرین او ثلاثة"[76]

علامہ ابو بکر جصاص واضح کرتے ہیں کہ محرم طعام کے ہر نصف صاع کی بجائے ایک روزہ رکھے اور محرم کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے تو کچھ دن روزہ رکھ لے اور چند مسکینوں کو کھانا کھلادے

" و قال ا صحابنا ان شاء المحرم صام عن کل نصف صاع من الطعام یوما وان شاء صام عن بعض و اطعم بعضا " [77]

ملا احمد جیون امیٹھویؒ لکھتے ہیں:

"محرم اگر روزہ رکھنا چاہے گا تو ہر مسکین کے حصہ میں جتنا طعام آئے گا۔ اس کے بدلے ایک روزہ رکھے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (او عدل ذلک صاما) کے مطابق ہے۔ یہ طعام کی یہ مقدار صدقۃ الفطر کے برابر ہے۔یعنی نصف صاع گندم یا مکمل صاع جو یا کھجور اور اگر یہ مقدار میں کم ہوں تو محرم کو اختیار ہے کہ یہ کم مقدار صدقہ و خیرات کردے یا اس کے بدلے ایک دن کا مکمل روزہ رکھ لے"[78]

۵۔ کفارہ ظہار

اسلام زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال وتوازن قائم کرتا ہے۔ حسن معاشرت ہو یا عائلی زندگی کے مسائل ، معاشی تنگی ہو یا سیاسی بحران، عصبیت کا دور دورہ ہو یا زمانہ جہالت کے رسوم ورواج اسلام نے ہر دور میں ہر قوم کی ضرورت کے مطابق رہنمائی کی ہے۔

قبل از اسلام لوگ اپنی ازدواجی زندگی میں مختلف قبیح رسوم و رواج کی پیروی کرتے تھے۔ اُن کا مقصد صرف اور صرف اپنی بیوی کو مختلف حیلوں بہانوں سے تنگ کرنا ہوتا تھا۔ کبھی شوہر اپنی بیوی کو ماں سے تشبیہ دے دیتا تو کبھی وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسمیں کھالیتا۔ اور ایسا کرنے سے وہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر ابدی طور پر حرام سمجھنے لگتا تھا۔ یعنی ایلااور ظہار زمانہ جاہلیت میں طلاق سمجھے جاتے تھے۔ قرآن کے نجما نجما نزول کے ساتھ ساتھ ان قبیح رسومات کا بھی خاتمہ ہوتا گیا۔ مومنوں پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت، شرعی احکامات کی پیروی، ظاہر و باطن کا تزکیہ اور کتاب (قرآن مجید) وحکمت کی تعلیم کو ایک عظیم احسان گردانا[79]۔

قرآن وحدیث میں عائلی زندگی کے تمام پہلو، نکاح، طلاق، عدت، خلع، ظہار اور ایلا کے احکامات کی وضاحت کر کے زمانہ جاہلیت کی رسومات کا نہ صرف خاتمہ کیا گیا ہے۔ بلکہ کامیاب ازدواجی زندگی کے نمایاں پہلوں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ تعلیمات نبوی کی بدولت جن قبیح رسومات کا خاتمہ ہوا ان میں ایک ظہار بھی ہے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ظہار کو طلاق کہا جاتا تھا:

" الظهار مصدر مأخوذ من الظهر مشتق من قول الرجل اذا ظاهر امراته (أنت علي كظهر امي) و كان الظهار في الجاهلية الطلاق۔ فلماء جاء الاسلام نهو عنه واوجبت الكفارة على من ظاهر من امرأته "[80]

سید مرتضٰی زبیدی نے بطن کے مخالف چیز کو (کمر، پشت، ریڑھ) کو ظہر کا نام دے کر اسم ظرف مکان کے معنوں میں لیا ہے۔

" الظهر من كل شيء خلاف البطن و هو من الاسمآء التي وضعت موضع الظروف "[81]

علامہ جرجانیؒ ظہار کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں:

" الظهار هو تشبيه زوجته او ما عبر به عنها او جزء شائع منها بعضو يحرم نظره اِلَيه من اعضاء محارمه نسبا او رضاعا كامه وبنته واخته "[82]

زمانہ جاہلیت کی طرح ظہار کی بدولت بیوی مرد کے لیے مستقل حرام نہیں ہوتی بلکہ اصلا نکاح باقی رہتاہےاور مرد وزن کی دوبارہ قربت کے لیے کفارے کی شرط کو لازمی قرار دیا گیاہے۔ جب تک مرد کفارہ ادانہ کرے اس پر عورت سے صحبت اور بوس و کنار کرنا حرام ہے۔ حضرت خولہؓ بنت ثعلبہ کے بار بار استفسار پر اللہ تعالیٰ نے ظہار کے کفارے کے متعلق حکم نازل فرمایا۔

(وَٱلَّذِينَ يُظَٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمۡ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُواْ فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٖ مِّن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۚ ذَٰلِكُمۡ تُوعَظُونَ بِهِۦۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۖ فَمَن لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ فَإِطۡعَامُ سِتِّينَ مِسۡكِينٗا)[83]

کفارہ ظہار کی تینوں صورتیں بالترتیب حسب قدرت انسان پر لازم ہیں اس میں انسان اپنی مرضی نہیں کر سکتا۔

ا۔ غلام آزاد کرنا۔ 2۔ دوماہ کے مسلسل روزے رکھنا 3۔ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا

ظاہر (ظہار کرنے والا) ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں کفارہ ادا کر کے عود کر سکتاہے اور اپنی کہی ہوئی بات واپس لے کر اپنی بیوی کی قربت حاصل کر سکتاہے۔ فقہاء مفسرین نے کفارہ کی ان تینوں صورتوں میں جو آراء بیان کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

ا۔ غلام آزاد کرنا

تمام فقہاء مفسرین کا اتفاق ہے کہ اگر مظاہر غلام آزاد کرنے کی قدرت رکھتاہو تو اس پر ظہار کے کفارے میں کامل غلام آزاد کرنا ضروری ہے۔ غلام آزاد کرنے کی صورت میں بقیہ دونوں صورتیں دو ماہ کے مسلسل روزے اور ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ختم ہو جائیں گی۔ تاہم رقبہ کے مؤمن یا کافر ہونے میں فقہاء مفسرین کا اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کفارہ ظہار میں بھی مؤمن کی شرط لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقال الشافعی لایجزیه تحریر رقبه علی غیر دین الا سلام۔"[84]

امام شافعیؒ اپنے مؤقف کی ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں:

" کما شرط الله تعالیٰ العدل فی الشهادة فی مو ضعین واطلق الشهود فی ثلاثة مواضع "[85]

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دو مقامات پر گواہ کے ساتھ عدل کی شرط لگائی ہے۔ جبکہ تین مقامات پر صرف گواہ کا تذکرہ کیا ہے۔ آیا کہ تین مقام پر گواہ کا عادل ہونا ضروری نہیں اسی طرح رقبہ سے مراد رقبہ مؤمنہ ہے۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

" ای فعلیه اعتاق رقبة یقال حررته ای جعلته حرا ثم هذه الرقبه یجب ان تکون کامله سلمه من کل عیب"[86]

علامہ علیمی مقدسی حنبلی لکھتے ہیں:

"والکفارة علی الترتیب یجب علیه عتق رقبة سلیمة من العیوب الفاحشة"[87]

پس ظہار کے کفارہ میں مومن وغیر مؤمن رقبہ دونوں کو آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ نص میں اللہ تعالیٰ نے مطلق غلام کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص واضح کرتے ہیں کہ " قرآن وحدیث میں مطلق غلام (کافر/مؤمن) کے آزاد کرنے کا حکم ملتا ہے قرآن کی نص (**فتحریر رقبة**) ظاہر کرتی ہے کہ اس میں مؤمن کے ساتھ کافر بھی آسکتا ہے۔اور جب ظہار کرنے والے حضرت اوس بن صامتؓ سے ارشاد فرمایا (**اعتق رقبة**) تو یہاں بھی آپ ﷺ نے مؤمن اور کافر غلام کی کوئی قید نہیں لگائی تھی پس کفارہ ظہار کو کفارہ قتل پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں ہے"[88]۔

ملا احمد جیون امیٹھویؒ رقمطراز ہیں:

> "آیت کریمہ میں لفظ "رقبہ" ذکر کیا گیا ہے اور مطلق حق وصف میں اپنے اطلاق پر رہتا ہے لہٰذا مؤمن غلام ہو یا کافر غلا م دونوں میں سے کسی ایک کا آزاد کرنا جائز ہوگا اور "مطلق" حق ذات میں فرد کامل کی طرف لوٹتا ہے"[89]

۲۔ دو ماہ کے مسلسل روزے

ظہار کے کفارے کی دوسری صورت دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (**فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّا**)[90]

آپ ﷺ نے حضرت اوس بن صامت اور سلمہ بن صخرؓ کو غلام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی تلقین کی[91]۔

علامہ قرطبیؒ واضح کرتے ہیں کہ صوم ظہار کے درمیان کی گئی وطی سے ہر حال میں تتابع باطل ہو جائے گا۔

" اذاوطی المظاهرفی خلال الشهرين نهارا بطل التتابع بكل حال ووجب عليه ابتداء الكفاره"[92]

یعنی امام مالکؒ کے نزدیک ہر حال میں تتابع باطل ہو جائے گااور اس پر ابتداء سے کفارہ واجب ہو جائے گا۔

جبکہ "امام شافعیؒ کے نزدیک رات کاوقت تتابع کو باطل نہیں کرتا کیونکہ رات روزے کا محل نہیں"[93]علامہ علیمی مقدسی حنبلی لکھتے ہیں " مظاہر جب کفارۃ ظہار کے روزے رکھے گا تو اس دوران رمضان، عیدین، ایام تشریق کے روزے تتابع باطل نہیں کرتے جبکہ جمہور کے نزدیک ظہار کے روزوں کے دوران دیگر قسم کے روزے تتابع کو باطل کر دیتے ہیں"۔[94]

۳۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا

ظہار کے کفارے کی تیسری صورت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

(فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا)[95]

شافعی فقہاء لکھتے ہیں کہ :

" کفارہ ظہار میں طعام کی صورت میں ہر مسکین کو ایک صاع گندم یا نصف صاع کھجور یا جو دیا جائے۔"[96]

امام ابوالحسن علی الماوردی امام شافعیؒ اصول کی وضاحت کرتے ہیں کہ "جب مطلق مقید کی جنس سے ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے"[97] یعنی ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے سے پہلے بیوی سے ہمبستری کرنا ایسے ہی ممنوع اور حرام ہے جیسا کہ غلام آزاد کرنے سے پہلے یا ساٹھ روزے رکھنے سے پہلے حرام ہے

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے اور افضل رسول کے حساب سے دو مد ہیں۔

" لكل مسكين مدان بمد النبی□ وافضل ذلک فواجب قصد الشبع "

98

علامہ علیمی امام احمد کا نقطہ نظر واضح کرتے ہیں کہ کفارے میں وہی چیزیں دی جاءیں جو فطرانے دی جاتی ہیں۔

" وقال احمد المخرج فی الکفارۃ مایخرج فی الفطرۃ،وھوالبر، والشعیر، ودقیقھما، اوسویقھما، وھو بر او شعیر یحمص، ثم یطحن، والتمر، والزبیب، والاقط"[99]

علامہ ابو بکر جصاصؒ حنفی مذہب کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" فقال اصحابنا والثوری لکل مسکین نصف صاع بر او صاع تمر او شعیر "[100]

علامہ ابو بکر جصاصؒ واضح کرتے ہیں کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے یعنی ہر مسکین کو ایک صاع یا ساڑھے تین سیر صاع آئے گا۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا تسلسل اس لیے ضروری نہیں کہ اللہ نے بھی تسلسل کی قید نہیں لگائی۔"[101]

ملا احمد جیون لکھتے ہیں:

"ساٹھ مسکینوں کا طعام اللہ تعالی نے مطلق ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ من قبل ان یتماسا کی قید نہیں لگائی لہٰذا کھانا کھلانے کو روزہ رکھنے اور غلام آزاد کرنے کے کفارے پر محمول نہ کیا جائے۔کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے اور اس کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا"[102]

صاحب ہدایہ کی رائے بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطعام کے ساتھ من قبل ان یتماسا کی شرط نہیں لگائی۔ لہٰذا امام ابو حنیفہؒ اور دیگر آئمہ کے نزدیک دوران اطعام وطی سے نئے سرے سے کھانا دینے کی ضرورت نہیں[103]۔

نتائج تحقیق

1. فقہاء مفسرین کا اتفاق ہے کہ بغیر کسی جواز کے رمضان المبارک کا روزہ توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔
2. حنفیہؒ ومالکیہ کے نزدیک روزہ کو توڑ کر کفارے کا سبب بننے والی اہم چیز دانستہ جماع کرنا اور عمداً کھانا پینا ہے۔

3. قتل خطاء کے کفارے میں مطلق غلام کا ذکر نہیں۔ بلکہ غلام کے ساتھ مؤمن کی قید لگا کر واضح کیا گیا ہے غیر مسلم کافر، مجوسی، یہودی وغیرہ آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ آزاد کیا جانے والا غلام صحیح سالم، بے عیب اور ایمان والا ہو۔
4. قسم توڑنے کے کفارے میں حانث کو تین امور (کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا یا غلام آزاد کرنا) میں سے کسی ایک صورت میں کفارہ ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان امور پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تین دن کے روزے رکھنا ہیں۔
5. جمہور فقہاء مفسرین کے نزدیک حالت احرام میں شکار کرنے کی تینوں صورتوں میں محرم کو اختیار ہے وہ جس میں چاہے کفارہ ادا کرے جبکہ حنبلی فقہاء ترتیب کو مد نظر رکھتے ہیں۔
6. شافعی فقہاء کفارے کی دوسری صورت طعام کو مکہ کے مساکین کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں جبکہ احناف کے نزدیک طعام تمام مساکین کیلئے عموم کی حیثیت رکھتا ہے۔
7. حنفی فقہاء مفسرین صید المحرم کے کفارے میں روزے اور طعام کو ملا کر رکھنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طعام کو روزے کے مساوی اور مثل قرار دیا ہے۔ اور یہ صرف کفارہ صید المحرم میں ہے کفارہ یمین میں نہیں۔
8. احناف کے نزدیک ذمی کا ظہار اس لیے معتبر نہیں کہ نص میں خطاب مسلمانوں سے ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ آل عمران 3: 195

2۔ الز مر 35:39

3۔ ہود ۱۱: ۱۱۴

4 ۔ الافریقی ، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور ، لسان العرب ، دار احیاء التراث العربی بیروت،۱۹۸۸، ج5 ،ص 148

5۔ الجوہری، ابو نصر اسماعیل بن حماد ، الصحاح فی اللغۃ، دارالحدیث القاہرہ 2009/1430 ، ص 3 100 تا 4 100

6 ۔ زبیدی ،سید مرتضیٰ ،تاج العروس ، ،ج14، باب الراء ،ص 40 ۔ 44

7۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، ج ۱۸ ،ص 336

8۔ احمد فتح بہنسی ڈاکٹر ،القصاص فی فقہ الاسلامی ، مترجم سید عبدالرحمن بخاری، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ، ص 194

9 ۔ عودہ، عبدالقادر ، التشریع الجنائی الاسلامی ، دارالکتب العربی بیروت ، ج1،ص 483،

10۔ رشدی ،محمد بسام ، المعجم المفہرس لمعا نی القرآن الکریم ، دارالفکر معاصی بیروت، ج 1،ص

1000
11۔ الذاریات ۵۱ :۵٦
12۔ نیشا پوری ، امام مسلم بن حجاج ، جامع صحیح مسلم،باب فضل الصیام،ج۲، ص۸۰۷، حدیث ۱۱۵۱
13۔ وہبۃ الزحیلی ،ڈاکٹر ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۳ ، ص ۱۸ ۔۲۲
14۔ بخاری ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، جامع صحیح البخاری، کتاب الصوم ،باب اذ جامع فی رمضان، دارالسلام للنستر والتوزیع الریاض ۱۹۹۰ ،ص ۱۵ ،حدیث ۱۹۳٦
15۔ شافعی ، امام محمد بن ادریس ،احکام القرآن للشافعیؒ، دار القلم بیروت لبنان ، ج ۱، ص ۱۰۸-۱۰٦
16۔ الجصاص،امام ابو بکر احمد بن علی الرازی ،احکام القرآن ، دارا حیاءالتراث العربی بیروت ۱۴۰۵ھ ، ج۱، ص ۴۷۷
17۔ کاسانی ، علامہ ابوبکر بن مسعود علائو الدین ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸٦ء ، ج۲، ۹۴
18۔ ابن قدامہ، ابو عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی، دار الکتاب العربی بیروت لبنان ، ج۳، ص، ۱۲-۱۲۷
19۔ الشربینی، علامہ شمس الدین محمد بن الخطیب،مغنی المحتاج إلى معرفة معانی ألفاظ المنہاج، ، دار المعرفہ بیروت لبنان، 1418ھ/ 1997م.، ج۱، ۴۳۱-۴۲۹
20۔ ابن الہمام ، علامہ کمال الدین ،شرح فتح القدیر،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ج۲، ص ۷٦-۷
21۔ الشرح الصغیر ج۱، ص ۷۰۹-۷۰۲
22۔ ایضا
23 ۔ الانبیاء 21 :۱۰۷
24 ۔ المائدہ 5 : 32
25 ۔ بنی اسرائیل 17 :70
26۔ البقرہ ۲: 178
27 ۔ النساء 4: 92
28۔ شافعی ، امام محمد بن ادریس ،احکام القرآن للشافعیؒ، دار القلم بیروت لبنان ،ج 1 ،ص 282
29 ۔ شافعی ، امام محمد بن ادریس ،احکام القرآن للشافعیؒ، دار القلم بیروت لبنان ،ج 1 ،ص 282
30۔ قرطبی، علامہ ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن ،ج ۷، ص ۱۰-۱۴
31۔ ابن العربی ، امام ابوبکر محمد بن عبداللہ ،احکام القرآن، دارالکتب العلمیہ العربی بیروت لبنان، 1431 ھ/ 2000م ، ج1 ، ص404
32۔ الجصاص،امام ابو بکر احمد بن علی الرازی ،احکام القرآن ، دارا حیاءالتراث العربی بیروت ۱۴۰۵ھ ، ج3، ص 198
33 ۔ بخاری ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ،جامع صحیح البخاری ،باب فی اولاد المشرکین،ج2،ص100،حدیث 1385
34 ۔ الصابونی، محمد علی ،روائع البیان تفسیر آیات الأحکام من القرآن ، مکتبہ الغزالی دمشق شام، 1400ھ/ 1980م ،ج1 ،ص 500
35۔ النور ۲۴ :۵۳
36۔ لوئس معلوف ،المنجد، مترجم:مولانا عبد الحفیظ بلاوی، خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ اردو

بازارلاہور.،ص148،

37۔ الحاقہ ٦٩ :٤٥

38 ۔ الجزیری ، عبدالرحمن ، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، داراحیاءالتراث العربی بیروت، لبنان۱۴۳۴ھ/۲۰۰۳ء ، ج2، ص61

39 ۔ عبید اللہ بن مسعود، شرح وقایہ، طبع کراچی، ج2، ص230 ،

40 ۔ السید سابق ،فقہ السنہ، ، دارالحدیث القاہرۃ مصر، 1425ھ/ 2004م ، ص 887

41 ۔ ایضا ، ص 888

42 ۔ البیہقی ،احمد بن حسین ابوبکر ،السنن الکبری، ، تحقیق:محمد عبد القادر ،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ج۷،ص۵۸۴،حدیث۱۵۰۹۴

43 ۔ المائدہ 89:5

44 ۔ جامع صحیح مسلم،باب ندب من حلف یمینا،ج ۳،ص۱۲۷۲،حدیث ١٦٥٠

45۔ احکام القرآن للشافعیؒ ، ج۲، ص ۱۱۲

46 ۔ احکام القرآن لا بن العربی ، ج۲،ص ۱۵۷

47۔ الانعام 6:14

48۔ احکام القرآن ،لا بن العربی ، ج۲، ص ۱۵۸

49 ۔ احکام القرآن للجصاص، ج۴، ص ۱۱۷

50 ۔ مدایک پیمانہ ہے جس کی مقدار اہل عراق کے نزدیک دو رطل یعنی اسی تولے اور اہل حجاز کے نزدیک $1\frac{1}{3}$ رطل ہے۔

51 ۔ امیٹھوی ، ملا احمد جیون ،التفسیرات لاحمد یہ فی بیان الآیات الشرعیۃ ، ص ۴۰۳

52۔ محمد صدیق حسن خان ،نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام، ص۲۱۸

53۔ احکام القرآن للشافعی ، ج ۲، ص ۱۱۴

54۔ سعیدی ،علامہ غلام رسول ،تبیان القرآن ، ج۳، ص۲۹۵

55۔ نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام ،ص۲۱۸ مطبع رحمانیہ مصر

56۔ احکام القرآن للشافعی، ج۲،ص۱۱۴

57۔ علامہ علیمی مقدسی حنبلی ، فتح الرحمن فی تفسیر القرآن ، ج ۲، ص ۳۳۷

58۔ آل عمران 97:3

59۔ البقرہ 196:2

60۔ تاج العروس، ج 18 ،ص 302-306

61۔ الکیا الہراسی ،عماد الدین محمد الطبری ،احکام القرآن، ج 3، ص 104

62۔ احکام القرآن للجصاص، ج۴، ص132

63۔ المائدہ 5 : 95

64۔ احکام القرآن للشافعی ، ج 1، ص 122

65۔ قرطبی ،امام ابو عبداللہ ،الجامع لاحکام القرآن، ج 8، ص 195

66۔ علامہ علیمی مقدسی حنبلی ، فتح الرحمن فی تفسیر القرآن ،ج2،ص 243

67۔ طحاوی ،علامہ ابو جعفر احمد بن محمد ،احکام القرآن ، ج2، ص 277

68۔ احکام القرآن للجصاص، ج 4،ص 134

69۔ التفسیرات الاحمد یہ فی بیان الایات الشرعیہ، ص 524